

ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس میں آدمی نقصان کا خطرہ (RISK) ممل نہ لیتا ہوا اور جس میں آدمی کے لیے لازماً ایک مقررہ منافع کی ضمانت ہو۔ پھر آخر پوری کاروباری دنیا میں ایک قرض دینے والا سرمایہ دار ہی ایسا کیوں ہو جو نقصان کے خطرے سے بچ کر ایک مقررہ اور لازمی منافع کا حقدار قرار پائے؟ (تفہیم القرآن جلد ۱ ص ۲۱۲ حاشیہ ۳۱۷)

پس جو کمپنی بھی لوگوں سے ۱۵ پڑ دیا کم و بیش ا منافع کی بنیاد پر رقم جمع کرتی ہے، سودی کاروبار میں مبتلا ہے، اس لیے اس کے پاس رقم جمع کر کے منافع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ اور خدا

سوال :- پچھلے حج پر سعودی حکومت کی طرف سے رسالہ توغیہ اسلامیہ حجاج میں تقسیم کیا گیا تھا۔

اس میں ایک مضمون ”کیا اللہ کو خدا کہنا صحیح ہے؟“ نظر سے گزرا جو اُلجھن کا سبب بن گیا ہے۔ آپ لوگوں کے قیمتی وقت کو دیکھتے ہوئے سوال کرنے کی جسارت نہ کر سکا۔ لیکن اب میں دیکھ رہا ہوں کہ سعودی عربیہ میں میری طرح کانی پاکستانی احباب اس اُلجھن سے دوچار ہیں۔

ایسے مشکل مسائل کے حل کا ذریعہ سید صاحبؒ کی مکتی یا اُن کی منظم جماعت کے چند افراد حوالہ کے لیے رسالہ توغیہ اسلامیہ ارسال خدمت ہے۔

جواب :- آپ کا خط ملا اور اُس کے ساتھ ”توغیہ اسلامیہ“ نامی رسالہ بھی ملا۔ اس میں شائع شدہ مضمون ”کیا اللہ تعالیٰ کو خدا تعالیٰ کہنا صحیح ہے؟“ میں مضمون نگار نے بزمِ غزلیں کتاب و سنت کی رو سے ”اللہ“ کے لیے لفظ ”خدا“ کے استعمال کو ناجائز ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے ہماری رائے پوچھی ہے جو

درج ذیل ہے۔

اس طرح کے اہم، دقیق اور نازک مسائل میں رائے دینے کے لیے کتاب و سنت کا وسیع اور گہرا علم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ بات افسوس ناک ہے کہ ایسا شخص جو نہ محدث ہے نہ مفسر ہے، فقیہ ہے نہ مفتی، اہلیت نہ رکھتے ہوئے فتویٰ جاری کر دیتا ہے۔ اور اسے "توعیہ اسلامیہ" جیسے رسالہ میں شائع کر دیا جاتا ہے، اس کا نتیجہ صرف فکری انتشار کی صورت میں لکلی سکتا ہے جس کے لیے "توعیہ اسلامیہ" جیسے رسالہ کو استعمال کرنے کی کسی طرح اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے تو اس بارے میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ "خدا" کا استعمال شروع سے آج تک ہر دور اور ہر علاقے میں علماء کے ہاں جائز رہا ہے۔ اور کسی کو بھی اس کے جواز کے بارے میں تردید نہیں ہوئی۔ بالخصوص ہندو پاک کے ایسے مجددین اور مصلحین جنہوں نے فارسی زبان کو اظہار مافی الضمیر کا ذریعہ بنایا ہے اور اس زبان کی باریکیوں پر اچھی طرح عبور رکھتے تھے، انہوں نے بھی اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ حضرت مجتہد الفی ثانی سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، شاہ اسماعیل شہید اور ان کے بعد دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث مکانب فکر کے ائمہ سب نے اسے استعمال کیا ہے۔ اگر اس لفظ کے استعمال میں کوئی خرابی ہوتی تو یہ ممکن نہ تھا کہ غرہ دراز تک اس لفظ کا بلا تکثیر استعمال ہوتا رہتا۔ اور یہ منکر کام جاری رہتا۔ قرآن پاک اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اس اُمت کا گمراہی پر مجتمع ہونا کسی بھی دور میں اور کسی بھی صورت میں ممکن نہیں ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكَ أَمَّةً وَسَطًا لِتَكُونَ أُمَّةً شَهِدًا عَلَى

النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔

اور اسی طرح ہم نے تمہیں اُمت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر حق کے

گواہ بن کر کھڑے ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ بنے۔

لفظ "خدا" کے بارے میں اُمت نے اپنے عمل سے آج تک یہی گواہی دی ہے کہ اس کا استعمال جائز اور درست ہے۔ اب اُمت کی اس گواہی کے مقابلہ میں کسی ایک شخص کی رائے کا کیا

وزن رہ جاتا ہے۔

اگر مضمون نگار کے زعم کے مطابق ضروری ہو نا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہی نام استعمال کیے جائیں جو عربی زبان میں ہیں اور جن کا ذکر کتاب و سنت میں آیا ہے اور ان کا ترجمہ بھی نہیں کیا جاسکتا تو ضروری تھا کہ بھی ممالک کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ ہی نو مسلموں کو اس سلسلہ میں خصوصی ہدایات جاری کی جاتیں اور یہ بات ہر خاص و عام کو معلوم ہو جاتی کہ ”اللہ تعالیٰ“ کے لیے دوسری زبانوں میں پائے جانے والے ناموں کا استعمال درست نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری زبانوں میں استعمال ہونے والے نام اولاً تو ختم ہی ہو جاتے یا باقی رہتے تو صرف چند جاہل عوام میں، اہل علم میں ان کا استعمال سرے سے نہ پایا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن ناموں کا استعمال ”اہل علم“ کے ہاں رائج رہا ہے ان کا استعمال شرعاً جائز ہے۔

اسی بنا پر اہل علم نے اللہ کے اسماء کو توقیفی قرار دیا ہے۔ مضمون نگار نے توقیفی ہونے کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ کتاب و سنت میں اس کا ذکر ہو حالانکہ کتاب و سنت کے ساتھ اجماع بھی اس میں شامل ہے۔ اور جو نام اجماع سے ثابت ہوں ان کا استعمال بھی اسی طرح جائز ہے جس طرح کتاب و سنت سے ثابت ناموں کا استعمال جائز ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:-

” لا یصح وضع اسم اللہ بنظر الا بتوقیف من القرآن

او الحدیث او الاجماع “

الجامع لاحکام القرآن جلد ۹-۱۰ ص ۳۲۳

(اللہ تعالیٰ کے لیے نام مقرر کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ قرآن یا حدیث یا اجماع

سے اس کا ثابت ہونا ضروری ہے)۔

ہمارے علم کے مطابق یہ مسئلہ اجماعی ہے اور ہر دور کے اہل علم اس کے استعمال پر متفق

رہے ہیں۔ چند اہم بزرگوں کا کلام بطور نمونہ درج ہے:-

”باید دانست کہ اسماء الہی توفیقی اند“

در مکتوبات مجدد دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۶، ص ۴۲

دجانشا چاہیے کہ اسماء الہی توفیقی ہیں،

اسماء الہی پر گفتگو کرنے اور اس کے بارے میں مذکورہ اصول کو بیان کرنے کے بعد
متصلاً فرماتے ہیں.....

”و کلام لفظی یا لفظی کردن و کلام خدا ناگفتن کفر است“

در کلام لفظی کی لفظی کردینا اور اُسے خدا کا کلام نہ کہنا کفر ہے

”نام خدا شے بخشا شدہ مہربان“ (بسم اللہ کا ترجمہ از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

”ستائش خدا است پروردگار عالمیہا“ (الحمد للہ کا ترجمہ از شاہ ولی اللہ)

”نیست حکم مگر خدا را“ (ان الحکم الا للہ کا ترجمہ)

”و این قسم نیرنگہا از عجائبات معاللات خدا است“ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۴۴)

”خدا خدا هست و بندہ، بندہ او“ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ فتاویٰ

نذیریہ جلد ۱ ص ۹۵)

”اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس کے بہتری نام ہیں“ (تفہیم القرآن جلد ۳ سورہ طہ

آیت ۸)

مضمون نگار کی یہ بات درست ہے کہ۔

”کسی نام کا ترجمہ نام نہیں ہوتا اور نہ ہی نام کا ترجمہ نام کی جگہ استعمال

ہوتا ہے لیکن کسی کے متعدد نام ہوں تو ایک نام کو دوسرے کی تشریح کے طور

پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ لغت کا ایک عام اور معروف و مسلمہ اصول

ہے جس سے لغت کا ہر طالب علم واقف ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں دی جاسکتی

ہیں، لیکن ہم صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام ترمذی باب فضل یوم الجمعہ میں ابدالاشعث صنعانی کی روایت

نقل کرتے ہیں اور پھر ابدالاشعث کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں ”والشعث السنعانی

اسمہ ثرجیل بن آدہ" اشعث کا نام ثرجیل بن آدہ ہے۔ اس طرح اشعث اور ثرجیل ایک شخص کے دو نام، ایک دوسرے کی تشریح میں ذکر کیے جائیں تو اس پر کسی کو اعتراض کرنے کی جسارت نہیں کرنا چاہیے۔

اسی اصول کے پیش نظر حضرت علی کے لیے "حیدر کرار" اور "ابو تراب" کے دو نام عام طور پر لفظ علی کو اس کے ساتھ ذکر کیے بغیر بھی استعمال کیے جاتے ہیں اور حیدر کرار کی تشریح کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس سے حضرت علی مراد ہیں۔

لفظ خدا کی لغوی تحقیق پیش کرتے ہوئے مضمون نگار لکھتے ہیں.....

"فارسی زبان والے اسم الہی کا ترجمہ خدا کر کے تشریح یوں کرتے ہیں کہ

خدا وہ ہے جس نے خود بخود ظہور فرمایا ہے۔ جیسے خود رو پیدا وار۔"

"جیسے خود رو پیدا وار" مضمون نگار کا اپنا گستاخانہ اضافہ ہے۔ "جس نے خود بخود ظہور

فرمایا" کے الفاظ میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے بلکہ یہ تو بعینہ "الظاہر" کا ترجمہ ہے۔

جو قرآن پاک میں وارد ہے۔ "هو الاقل والاخrod الظاهر والمباطن"

ہماری سمجھ سے یہ بات بالترہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خود بخود ظاہر ہونے میں کوئی اعتراض

کا پہلو ہو۔ چنداں ضرورت تو نہ تھی کہ لفظ خدا کی کوئی مزید وضاحت پیش کی جائے تاہم درج

ذیل تشریحات ملاحظہ ہوں۔

"خدا، خدائے بتمہ اقل نام ذات باری تعالیٰ است بیچو الہ واللہ"

(برہان قاطع)

خدا، مالک، صاحب، خود آنے والا۔ اس صورت میں یہ لفظ مرکب ہے، کلمہ

"خود" اور کلمہ "آ" سے، اس لیے کہ حق تعالیٰ اپنے ظہور میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

یہ لفظ مطلق ہوتا ہے تو سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی دوسرے پر اطلاق نہیں ہوتا۔

(لغات کشوری)

مضمون نگار نے "خداوند" کے معنی "مثیل خدا" کے کیے ہیں۔ یہ لغت نہیں بلکہ ان

کی ذاتی اختراع ہے۔ اسی طرح اگر ایک لفظ متبیہ ہو کر اللہ کے سوا دوسروں کے لیے

بھی استعمال ہوتا ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ”مطلق“ ہو تو اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے درست نہ ہو، لفظ رب، رحیم اور دوسرے بے شمار نام اللہ کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں اور غیر اللہ کے لیے بھی، البتہ لفظ ”خدا“ جب مطلق ہو تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ (لغات کشوری)

لغات کشوری کی دی گئی تشریح کے مطابق لفظ ”خدا“ ”لحدید و ذریاتہ“ کا مفہوم بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ پس جس طرح اللہ کو ”لحدید و ذریاتہ“ کہنا درست ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے اسی طرح خدا کہنا بھی درست ہے اور دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

ابن عربی نے احکام القرآن میں اللہ تعالیٰ کے ۹۹ ناموں کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جمہور گھڑی کی طرح قرآن و سنت میں معنی رکھ دیے گئے ہیں انہیں دلوں سے تلاش کیا جائے۔ اسی طرح ابن عربی، ابن تیمیہ اور دوسرے تمام محققین کا اس بارے میں یہی اتفاق ہے کہ تہذیب کی ایک روایت میں اور بعض دیگر روایات میں جن دیگر روایات میں جن ناموں کی تعیین کی گئی ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کے لیے ان معنی ۹۹ ناموں کے علاوہ اور بہت سے نام بھی ہیں البتہ جنت کا وعدہ ۹۹ ناموں کے ساتھ متعلق ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۶ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

اس لیے مضمون نگار کا ۹۹ ناموں کو متعین کر کے ان کے علاوہ باقی ناموں کی انہی کے نام بھی اس مسئلہ سے اس کی جہالت کی دلیل ہے۔

ابن عربی نے کتاب و سنت سے ان معنی ناموں کی تلاش کرتے ہوئے قیس بن مرزوق سے ”الکائن“ کے نام کا ذکر کیا ہے جس کا بہترین معنی صرف ”خدا“ ہو سکتا ہے فرماتے ہیں:

”الکائن وهو الموجود قبل كل شيء وبعده كل شيء“

(احکام القرآن جلد ۲ ص ۹۰۸)

مضمون نگار نے سورہ اعراف کی آیت کی روشنی میں لفظ ”خدا“ کے استعمال کو الحاد قرار دیا ہے۔ حالانکہ شاہ ولی اللہ سے لے کر مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ تک متعدد مجتہدین نے خود اس آیت کے ترجمہ میں بھی ”لفظ خدا“ کا استعمال کیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مضمون نگار اس مسئلہ کے بارے میں کتنی معلومات رکھتے ہیں اور ان کا مبلغ علم کیا ہے۔

اگر بقول مضمون نگار اللہ تعالیٰ کے لیے دوسری زبانوں کے ایسے ناموں کا استعمال بھی الحاد میں شامل ہے جس کے استعمال پر تعامل امت رہا ہے تو پھر مضمون نگار کے علاوہ ساری امت کو تعوذ باللہ ملنا پڑے گا۔

پس ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح ہر شخص کو کسی مریض کا اپریشن کرنے کی اجازت اس وقت تک نہیں دی جاسکتی جب تک وہ اس فن میں ماہر نہ ہو، اسی طرح اسلام کے کسی مسئلہ کے بارے میں بھی مطلوبہ اہلیت کے بغیر کسی کو رائے دینی کی اجازت نہیں دینا چاہیے۔ خصوصاً ”توعیہ اسلامیہ“ کو اس مضمون کی اشاعت پر متعلقہ لوگوں سے اس بات کا نوٹس لینا چاہیے کہ ایک ایسا آدمی جس کی رائے اس مضمون پر کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی اسے اس رسالہ میں کیونکر جگہ دی گئی۔

امید ہے کہ ہمارا یہ مختصر تبصرہ اور رائے آپ کے لیے باعث اطمینان ہوگی دان شکر اللہ

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں۔ اُن کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔

(ادارہ)